کچھ نہیں

کچھ نہیں
روزِ روشن میں بھی کچھ نہیں
شامِ ظلمت میں شاید کہیں روشنی کی کرن ہو تو ہو

کچھ نہیں
مشتِ ماضی کے ذروں میں بھی کچھ نہیں
خاکِ آئندہ شوریدہ سر آندھیوں میں
زمانے کی کن کروٹوں میں بہے
کونسے راستے کی خبر لے کے آئے' اگر لائے بھی

کچھ نہیں
آج کے حرف و معنی کے صحراؤں میں کچھ نہیں
بامِ شہرت پہ سر پیٹتے پست قد
بھاگتے' ہانپتے
اپنے پیروں سے الجھے ہوئے
پٹیاں دست و بازو پہ باندھے ہوئے
خوش بہت
ان پہ ہنستے ہوئے آسمان و زمیں
منہ چڑاتا ہوا قافلہ وقت کا

جس میں ان کا نشاں بھی نہیں

کچھ نہیں
شہرِ باطن میں بھی کچھ نہیں
خوش گماں آنکھ نے
روح کی منزلوں کا سفر طے کیا بھی تو کیا
اس کی بنیاد میں کچھ نہیں
کچھ نہیں اس کی بنیاد میں
اور عمارت بنانے میں مصروفِ جاں
کوئی زخموں سے آراستہ
اپنی دھن میں مگن
ہے رواں
اس کے ہاتھوں میں بس عمر کی دھجیاں